# جسٹس ایس اے رحمٰن صاحب کا دوسرا مکتوب گرامی

مکرمی صدیقی صاحب!

سلام مسنون۔ "ترجمان القرآن" کا شمارہ بابت ماہِ اکتوبر موصول ہوا۔ اس میں میرا مرسلہ خط شائع کیا گیا ہے اور اس رعایت کے لیے ممنونِ احسان ہوں۔ جو تصریحات آپ نے خط کے بعد اپنی طرف سے شامل کی ہیں وہ پھر اسی ذہنیت کی غمازی کر رہی ہیں جو میرے لیے وجہ شکایت ہوئی۔ میری صاف گوئی معاف ہو تو عرض کروں کہ آپ کی تصریحات میں متعدد مقامات پر تضاد ہے اور اگر میں آپ کی تحریر کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاؤں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ خط لکھنے سے میرا مقصود اپنی پوزیشن صاف کرنا تھا نہ کہ کسی مذہبی بحث یا مناظرہ کا آغاز کرنا۔ اگر میری تقریر کے اس ملخص میں جو میں نے انجمن کی شائع کردہ روئداد سے لیا اور اس مزعومہ اقتباس میں جو مجھ سے آپ نے منسوب کیا، آپ کو باوجود تسلیم کردہ اختلافِ الفاظ کوئی فرق نظر نہیں آیا تو میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ؎

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ میرے مرسلہ اقتباس کو دوبارہ پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ اگر آپ بغیر اس معہود ذہنیت کے جو آپ کی غلط فہمی کا میرے نزدیک باعث ہوا ہے اسے پھر پڑھیں تو آپ پر ان شاء اللہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ بہتر تو یہ ہوتا (اور میں متوقع تھا کہ آپ ایسا کریں گے) کہ آپ فراخدلی سے میری تقریر کے فرضی اقتباس سے متعلق اپنی براءت اس طرح کرتے کہ آپ نے ناحق کسی راوی کی روایت پر اعتماد کر لیا۔ اور اس ناچیز پر فتوائے کفر صادر کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ لیکن دیکھتا یہ ہوں کہ باوجود اس اعتراف کے کہ آپ سے "بعض مقامات پر کچھ زیادتی" ہوئی ہے آپ اس دعوی پر مُصر ہیں کہ میں نے وہی کچھ کہا ہے جو آپ کی دانست میں تجدد پسند

"متفرجین" سے منسوب ہو سکتا ہے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر آپ نے مجھے ایک طویل لیکچر پلانے کی زحمت اٹھائی ہے۔

میں تفصیلی جواب سے احتراز کرتا ہوں لیکن چند اشارات محض اس غرض سے کر رہا ہوں تاکہ میرا موقف آپ کی سمجھ میں آسکے۔

(۱) آپ نے میرے مرسلہ اقتباس کے ایک فقرہ پر اعتراض کیا ہے جس میں درج ہے کہ "قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے قانون کی جزئیات میں تبدیلی کرنے کی اجازت دی ہے"۔ غالباً یہاں انجمن کے روئداد نویس صاحب چند ایک الفاظ میری تقریر کے حذف کر گئے ہیں (تقریر ظاہر ہے کہ من و عن نقل نہیں ہو سکتی تھی)۔ میرا مقصود ہرگز یہ نہ تھا کہ یہ رائے کسی نص قرآنی پر مبنی ہے۔ ثبوت دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک صریح متن سے اور ایک اس کے مضمر تضمنات سے (جسے انگریزی میں Necessary implication کہتے ہیں) یہاں ظاہر ہے کہ میری مراد دوسرے قسم کے طرز استدلال سے تھی۔ اور آپ بے سود لفظی نزاع کی بھول بھلیوں میں جا پڑے ہیں۔ غالباً اتنا اشارہ کافی ہوگا کہ عرف اور ذخائر فقہ قرآن حکیم میں لفظاً درج نہیں ہیں۔ استنباطی مسائل جو بزرگوں نے قرآن کریم سے اخذ کیے بہر حال رائے اور قیاس کے اثرات سے تہی نہیں۔ اس لیے تقلید کے مقابلے میں اجتہاد کا دروازہ ہر زمانے میں کھلا رہنا چاہیے۔ آپ میری شرط "قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے" کو نظر انداز نہ کیجیے۔ معاذ اللہ میں نے خدائے قدوس سے ایسی کوئی بات منسوب کرنے کی جسارت نہیں کی جس کا شبہ آپ کو ہوا۔ "وقتی تقاضوں اور مصلحتوں" کے الفاظ جو آپ نے استعمال کیے وہ بھی متعدد معانی کے حامل ہیں اور اسی لیے گمراہ کن ہیں۔ میرا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ قرآنی حدود سے باہر نکل کر محض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر من مانے اصول و قوانین وضع کیے جائیں۔ نہ میں نے یہ کہا ہے کہ جو امور کلی یا جزئی طور پر قرآن میں طے کر دیئے گئے ہیں اُن میں ہم ردوبدل کر لینے کے مجاز ہیں۔ رونا تو یہی ہے کہ آپ ایک بات فرض کر لیتے ہیں اور پھر بزعم خود اس کے خلاف قلمی جہاد شروع کر دیتے ہیں۔ تفسیر قرآن الگ موضوع ہے اور آپ تسلیم کریں گے کہ اس بارے میں پہلے بزرگ بھی اختلاف کر چکے ہیں۔

(۲) اکابر ائمہ کے سلسلہ میں میں نے کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا بلکہ معاف کیجیے مفروضہ آپ قائم کر کے مجھ سے منسوب فرما رہے ہیں۔ میں نے بطورِ حقیقت یہ بات کہی تھی کہ ہمارے اکابر ائمہ نے مبرا عن الخطا ہونے کا دعویٰ یا عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اسی لیے ہو سکتا ہے کہ جو مصالح اُن کے پیشِ نظر ہوں بمرورِ زمانہ اُن میں تبدیلی واقع ہو چکی ہو اور ہمیں اُن کی آراء پر نظرِ ثانی کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس بارے میں میرا کوئی دل پسند نظریہ نہیں جسے میں حق بجانب ثابت کرنا چاہتا تھا۔ میں تو عصرِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے بھی وہی حق طلب کر رہا ہوں جسے ابن تیمیہؒ سے لیکر علامہ اقبالؒ تک کئی روشن خیال بزرگوں نے جمودِ ملی کے نقیض کے طور پر پیش کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود اعتراف کیا ہے کہ "ہمارے اس دور کا ہر لکھا پڑھا مسلمان اپنے پرانے علمی و فقہی ورثہ کا جائزہ لینے اور نئی ضرورتوں کے پیشِ نظر مناسب تبدیلیاں کرنے کا خواہشمند ہے اور یہ ایک ایسی ضرورت ہے جس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرتا" میں نے اگر اسی بات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے تو کیوں گردن زدنی ہو گیا؟

(۳) رہا آپ کا یہ مسلک کہ تبدیلی اسی حد تک محدود رہے کہ کوئی شخص یا گروہ دلائل و براہین سے ثابت کر دے کہ ائمہ کرام کا فلاں فلاں استنباط قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہے۔ جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے تفسیر و تعبیر کا حق برقرار رکھتے ہوئے ہر شخص اس سے اتفاق کرے گا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں سنت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ غالباً آپ انکار نہیں کریں گے کہ متعدد احادیث موضوعہ مندرجہ مجموعوں میں شامل ہو گئی ہیں اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ میں اس معاملہ میں بھی افراط و تفریط کا قائل نہیں۔ سنن متوارثہ جن کا تعلق طریقِ عبادات مثلاً نماز یا مناسکِ حج وغیرہ سے ہے ان کی حیثیت مصئون و مامون ہے۔ لیکن باقی ماندہ موادِ احادیث روایت کے ساتھ درایت کے اصولوں پر پرکھا جانا چاہیے بیشتر اس کے کہ اس کی حجیت قبول کر لی جائے۔ میں تاریخی تنقید کا قائل ہوں۔

(۴) "قرآنِ مجید قانون کی کتاب نہیں" حیرت ہے کہ میری تقریر میں وضاحتِ الفاظ کے علی الرغم آپ نے اس کے متعلق سوال اٹھایا ہے۔ میرا مقصد ظاہر ہے کہ اصطلاحی قانون (جس کی تعریف سے مروجہ قانون کی کتابوں کا شناسا بخوبی واقف ہے) اور اخلاقی قانون کے درمیان امتیاز کرنا تھا۔ قرآن ان معنوں

ہیں "قانون" کی کتاب نہیں جن معنوں میں "تعزیراتِ پاکستان" یا "ضابطۂ دیوانی" قانون کی کتابیں ہیں۔ قرآن کا مرتبہ ایسی کتابوں سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس میں ایک حصہ قانون کا بھی ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ کتاب "قانونِ زندگی" ہے یعنی مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ معاف کیجیے آپ نے محض "مولویانہ" انداز سے اس فقرہ پر تعریض کی ہے۔

امید ہے ان گذارشات کے بعد آپ کے دل سے رفع اشتباہ ہو گیا ہو گا کہ میرا موقف کیا ہے۔ اگر آپ یہ خط بھی ترجمان القرآن میں شائع فرما دیں تو قارئینِ رسالہ کسی ممکنہ غلط فہمی سے محفوظ ہو جائیں گے۔

آخر میں معذرت خواہ ہوں کہ میں پہلے خط میں کسی قدر تلخ لہجۂ بیان اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ اہلِ علم کا احترام ہمیشہ مجھے ملحوظِ خاطر رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ لیکن شغلِ تکفیر کو جو بدقسمتی سے ہماری تاریخ میں اکثر و بیشتر تشتت و افتراق کا موثر ذریعہ بنا رہا، بہ نظرِ استحسان نہیں دیکھ سکتا۔ اس اختلاف کا واسطہ دیتے ہوئے جسے نبی کریم نے امت کے لیے رحمت کہا تھا، آپ سے بھی درخواست کروں گا کہ اس بارے میں حزم و احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

نیاز کیش

عبدالرحمٰن

---

# تبصرہ

## از ابوالاعلیٰ مودودی

جناب ایس اے رحمٰن صاحب کا یہ عنایت نامہ ان کی خواہش کے احترام میں یہاں درج کر دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ایک مباحثہ کو بلا نہایت چلانا مناسب نہیں ہے اس لیے میں نے پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب سے گذارش کی ہے کہ وہ اس سلسلے کو ختم کر دیں اور مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے میری اس گذارش کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن فاضل مکتوب نگار نے اپنے موقف کی وضاحت فرماتے ہوئے